(۱۴)

# روحانی سزا سب سے سخت سزا ہے

(فرمودہ ۱۷۔ مئی ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج میں ایک ایسے مضمون کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جو ایک مقدمہ کے دوران میں میرے سامنے آیا۔ کچھ عرصہ ہوا قادیان کے بعض لوگوں نے ایک جھگڑے کی بناء پر جو دو تین آدمیوں میں ہوا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا ترک کر دیا۔ میں نے متواتر توجہ دلائی ہے کہ کسی آدمی سے لڑائی ہو جانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی نہیں کرنی چاہئے۔ مسجد میں نماز ادا کرنا خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ فرض ہے۔ اگر ایک مسجد میں کسی نماز پڑھنے والے یا امام سے بھی لڑائی ہو جائے تو بھی کسی صورت میں جائز نہیں کہ مسجد کی نماز ترک کر دی جائے۔ ہمارے بعض عزیز اور رشتہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے ملاقات کرنے میں بعض اوقات دقّتیں ہوتی ہیں لیکن باوجود ان دِقتوں کے ہم ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ پھر کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ رشتہ دار کی ملاقات کے لئے تو ہر قسم کی تکالیف برداشت کر لی جائیں لیکن اپنے آقا اور پیدا کرنے والے کی ملاقات کے لئے ذرا ذرا سی باتوں کو روک بنا لیا جائے۔ مسجد کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور اس میں نماز ادا کرنا خدا تعالیٰ کی ملاقات کے مترادف ہے۔ یہ کوئی شاعرانہ لطیفہ نہیں بلکہ خود رسول کریم ﷺ نے نماز کو خدا تعالیٰ کی ملاقات کا ذریعہ قرار دیا ہے[1] پس جو شخص

کسی انسان سے لڑ کر خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق قطع کرے اس سے زیادہ اپنی جان کا دشمن اور کون ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

بندوں سے تو اس کی لڑائی ہوگئی تھی لیکن اس نے خدا سے بھی لڑائی کر لی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ یہاں انجمن تشحیذ الاذہان کا جلسہ تھا اس میں کسی مضمون کے لئے حضرت خلیفہ اوّل نے انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں مختلف لوگوں نے مضمون پڑھے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے جو اُس وقت خلیفہ نہیں تھے ایک شخص کو انعام دیدیا۔ اب جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر لوگ مختلف قسم کی رائے زنی کرتے ہیں۔ کسی مجلس میں یہ بھی کہا گیا کہ انعام دینے کے متعلق مولوی صاحب نے فیصلہ صحیح نہیں کیا جسے انعام دیا گیا وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ کسی شخص نے یہ باتیں میری طرف منسوب کر کے حضرت مولوی صاحب کے سامنے بیان کیں جس سے قدرتی طور پر انہیں تکلیف ہوئی۔ مجھے یاد نہیں رہا آپ نے زبانی یا تحریراً مجھ سے دریافت فرمایا کہ سنا ہے آپ کو میرے فیصلہ پر اعتراض ہے بتاؤ کیا فیصلہ ہونا چاہئے تھا؟ میں نے اعتراض کیا ہی نہیں تھا لیکن چونکہ میری طرف کسی نے منسوب کر دیا تھا اور حضرت مولوی صاحب نے فرمایا تھا مجھے یہ اعتراض بہت بُرا لگا ہے اور میری ناراضگی کا موجب ہوا ہے۔ اُدھر آپ درسوں میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے جس شخص پر میں ناراض ہو جاؤں وہ مجھ سے علم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ میں نے دل میں کہا یہ موقع میں اپنے متعلق نہیں آنے دوں گا اس لئے باوجودیکہ میں نے بوجہ بخار سے بیمار ہونے کے کئی ماہ سے پڑھنا ترک کر رکھا تھا۔ کتاب لیکر پڑھنے کے لئے آپ کے پاس چلا گیا آپ سمجھ گئے۔ بعد میں مَیں نے بتایا مجھ پر یہ محض افتراء تھا میں نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا اور وہ ایسے موقع پر کہتا کہ میں اب پڑھوں گا ہی نہیں تو وہ اپنا نقصان آپ کر لیتا۔ اسی طرح جو شخص مسجد میں نماز ادا کرنا اس لئے ترک کرتا ہے کہ امام سے اس کی لڑائی ہے تو وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔ امام کو اس سے کیا کہ کون اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور کون نہیں پڑھتا۔ پس مسجد میں نماز نہ پڑھنا اپنی جان سے دشمنی ہے۔ خیر ان لوگوں نے معافی مانگ لی ہے اور میں نے انہیں معاف بھی کر دیا ہے لیکن ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے

ان میں سے ایک شخص نے کہا اگر ہم پر ناراضگی ہے تو ہمارا کوئی کیا کرلے گا۔ یہ ایک عام فقرہ ہے جو ایسے مواقع پر سوچے سمجھے بغیر بول دیا جاتا ہے اور یہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس کی اہمیت لوگوں کی نظروں سے گر چکی ہے۔ اس کا استعمال اس کثرت سے ہونے لگا ہے کہ نہ تو کہنے والا اسے کوئی چیلنج سمجھتا ہے اور نہ سننے والا بلکہ یہ محض اظہارِ ناراضگی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن دراصل اس کے اندر بہت بڑی بات ہے اور دینی معاملات میں تو اس کا استعمال بہت ہی اہمیت رکھتا ہے جسے اس کی عمومیت کے باوجود نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہنا کہ کوئی ہمارا کیا بگاڑ لے گا اس کے یہی معنی وہ لیتا ہے کہ کوئی ہمیں قید نہیں کر سکتا، ہماری جائداد ضبط نہیں کر سکتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قید کرنا یا ملک بدر کر دینا یا قتل کر دینا ہی سزائیں نہیں بلکہ اس سے سخت سزائیں بھی ہیں۔ میں آج ایک سزا کا ذکر کرتا ہوں جو بظاہر ایک انعام معلوم ہوگا لیکن دراصل بہت بڑی سزا تھی جسے دی گئی وہ موت تک دُکھ پاتا رہا۔ وہ سزا یہ تھی کہ ایک شخص[۲] نے رسول کریم ﷺ سے آکر کہا دعا کریں ہمیں بہت سے مال واموال ملیں تا خوب صدقے کر سکیں۔ رسول کریم ﷺ نے دعا کی اور وہ شخص بہت مالدار ہو گیا۔ جب ایک شخص اس سے زکوٰۃ لینے کے لئے گیا جو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فرض ہے تو اس نے کہا تمہیں کیا پتہ ہے ہم لوگوں کو کتنے تفکرات اور اخراجات ہیں اُٹھتے بیٹھتے چندہ چندہ ہی کرتے ہو۔ اس نے رسول کریم ﷺ سے اس کا ذکر کر دیا آپؐ نے فرمایا آئندہ اس سے زکوٰۃ کبھی نہ لی جائے۔ اب اگر وہ شخص اِسی دل و دماغ کا ہوتا جو اس شخص کا تھا جس نے کہا ہمارا کیا بگاڑ لے گا تو ممکن ہے وہ یہی سمجھتا چلو چھٹی ہوئی لیکن اس کے اندر چونکہ نیکی اور تقوٰی کا مادہ باقی تھا کچھ دنوں کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ اُس نے غلطی کی ہے۔ اِس پر اُس نے جا کر کہا مجھے کوئی اور سزا دے دی جائے لیکن زکوٰۃ مجھ سے لی جایا کرے۔ لیکن اُس کی یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ وہ بار بار آتا اور یہی درخواست کرتا مگر رسول کریم ﷺ انکار فرماتے اور وہ روتا ہوا گھر لوٹ جاتا۔ جب رسول کریم ﷺ انتقال فرما گئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو جہاں اور مسلمانوں کو صدمہ ہوا اُسے بھی ہوا۔ لیکن اُسے ایک روشنی کی جھلک بھی نظر آئی کہ شاید اب میرے لئے توبہ کا دروازہ کُھل جائے۔ اُس نے بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کا بڑا گلّہ ساتھ لیا اور حضرت ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ فلاں شخص زکوٰۃ لے کر آیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس کی زکوٰۃ خدا کے رسول نے ردّ کر دی مَیں اُس کی زکوٰۃ کس طرح قبول کر سکتا ہوں۔ پھر وہ گلّہ اپنے گھر لے جا

رہا تھا اور ساتھ روتا بھی جاتا تھا کہ میری توبہ اب بھی قبول نہ ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا وقت آیا تو اس نے پھر مال جمع کیا اور حضرت عمرؓ کے دروازہ پر حاضر ہو کر کہلا بھیجا کہ فلاں شخص زکوٰۃ لے کر آیا ہے آپ نے جواب دیا جس زکوٰۃ کو خدا کے رسول اور اس کے خلیفہ نے قبول نہیں کیا اسے عمر کیسے لے سکتا ہے۔ پھر وہ مال لے کر گھر چلا گیا اور رنج سے روتا گیا۔[۳] لیکن اس کا کوئی فائدہ اُسے نہ ہوا تو یہ بھی ایک سزا تھی۔ جسمانی طور پر تو اِسے انعام سمجھا جائے گا لیکن روحانی سلسلہ میں سخت سزا ہے۔ گورنمنٹ اگر کسی کو ٹیکس معاف کر دے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے کہ انعام مل گیا۔ مگر جس کے دل میں ایمان ہو اُسے اگر خدمتِ دین یا قربانی سے روک دیا جائے تو یہ بہت بڑی سزا ہے۔ یہی شخص چاہتا تھا کہ اُس سے مال لے لیا جائے اور کوئی اور سزا دیدی جائے لیکن خدا کے رسول نے اسے منظور نہ کیا اور وہ شخص عمر بھر اضطراب میں مبتلاء رہا۔

قرآن کریم میں ایک اور سزا کا بھی ذکر ہے۔ کچھ لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ آئندہ انہیں کسی جنگ میں شامل نہ ہونے دیا جائے۔[۴] اب دنیاوی نقطہ نگاہ سے تو یہ بہت اچھی بات تھی۔ کون شخص جان دینا پسند کرتا ہے لیکن ان کیلئے یہ بہت سخت سزا تھی۔ شریعت دین کی راہ میں جان دینے کو انعام قرار دیتی ہے جس سے وہ محروم کر دیئے گئے تھے اور اس طرح وہ ایک عظیم الشان انعام سے محروم ہو گئے۔ جہاں دین اور خدا کا تعلق ہو وہاں قربانی سزا نہیں بلکہ انعام ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے بیٹے کو ذبح کرنا سزا نہ تھی بلکہ ایک عظیم الشان انعام تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا[۵] جس طرح آسمان کے ستارے نہیں گنے جاسکتے اسی طرح تیری اولاد بھی نہیں گنی جاسکے گی۔ تو دینی سلسلوں میں مار پیٹ کوئی سزا نہیں یہ تو محض دوسروں کو تنبیہہ ہوتی ہے۔ جن کے اندر ایمان ہو ان کے لئے یہ سزا کافی ہے کہ جاؤ تمہیں آئندہ قربانی کا موقع نہیں دیں گے۔ ایک صحابی ایک جنگ میں شامل نہ ہوئے رسول کریم ﷺ نے انہیں یہ سزا دی کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرے اب بظاہر یہ سزا نہیں۔ دنیا میں اور بہت بڑے بڑے لوگ موجود تھے جو اُن کی عزت کے لئے تیار تھے۔ غسّان کے بادشاہ نے انہیں خط لکھا تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری بہت عزت کریں گے۔ وہ صحابی بیان کرتے ہیں میں نے دل میں کہا یہ شیطان کا حملہ ہے۔ میں نے سفیر کو اپنے ساتھ لیا اور بادشاہ کا خط ایک جلتے ہوئے تنور میں ڈال کر کہا اس کا یہ جواب ہے۔ آخر خدا تعالیٰ کے حضور ان کی

گریہ وزاری سُنی گئی اور رسول کریم ﷺ نے ان کی معافی کا اعلان کرا دیا۔ وہ بڑے مالدار آدمی تھے اور اسی لئے وہ جنگ میں شامل نہ ہو سکے تھے کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ سامان کی کمی نہیں پیچھے چل کر بھی شامل ہوسکوں گا۔ جب ان کو معافی کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنا سارا مال خدا کے رستہ میں دے دیا حتّٰی کہ جو شخص یہ خوشخبری ان تک لایا اسے قرض لے کر انعام دیا[5] کیونکہ اب وہ اپنے آپ کو اپنے مال کا مالک نہ سمجھتے تھے بلکہ خدا کی راہ میں دے چکے تھے۔ تو سزا نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ ہمارے پاس کوئی سیاست نہیں کہ کسی کو دنیاوی سزا دے سکیں لیکن جس کے اندر ایمان ہے وہ دنیاوی سزا کو کیا سمجھتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں پر سخت مظالم کئے جاتے اور انہیں سخت دنیاوی سزائیں دی جاتی تھیں۔ عورتوں کی شرم گاہوں میں نیزے مار کر انہیں ہلاک کر دیا جاتا تھا ایک پیر ایک اونٹ سے اور دوسرا دوسرے سے باندھ کر اُنہیں چیر دیا جاتا تھا، تپتی ریت پر لِٹا کر اُن کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے، ذرا غور کرو یہ کس قدر سنگین سزائیں تھیں۔ آج کل ہمارے سروں پر اگر سائبان نہ ہو تو ہم نماز نہیں ادا کر سکتے لیکن انہیں مکہ جیسی گرم جگہ میں ننگا کر کے تپتی ریت پر لِٹا کر اوپر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے ان کے پاؤں میں رسّے باندھ کر انہیں گھسیٹا جاتا تھا وہ ان سزاؤں کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے لیکن رسول کریم ﷺ یا صحابہ کا نہ بولنا ان کے لئے اس قدر بڑی سزا تھی کہ قرآن کریم میں ان کی حالت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ[6] زمین باوجود فراخ ہونے کے ان کے لئے تنگ ہوگئی۔ بادشاہ انہیں تختوں پر اپنے ساتھ بٹھانے کو تیار تھے لیکن وہ اسے انعام نہیں سمجھتے تھے بلکہ سزا جانتے تھے تو سزا نقطہ نگاہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ مؤمن کبھی نہیں کہتا کہ ہمارا کیا بگاڑ لیا جائے گا۔ سزا دینے کی جو طاقت ہمیں ہے وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی پھر یہ فقرہ کوئی ان کے متعلق بھی کہہ سکتا تھا۔ رسول کریم ﷺ کو مدینہ میں بے شک اختیارات حاصل ہو گئے تھے لیکن مکہ میں دُنیوی اختیارات کے لحاظ سے آپ کی پوزیشن وہی تھی جو حضرت مسیح موعود کی یا ہماری ہے۔ پھر آپ کے متعلق بھی کوئی کہہ سکتا تھا ہمارا کیا بگاڑ لیا جائے گا۔ لیکن نہیں۔ صحابہ سمجھتے تھے یہ جو کچھ بگاڑیں گے وہ کوئی اور نہیں بگاڑے گا۔ جس سے محبت ہو اُس کی ناراضگی بہت بڑی سزا ہے۔ قرآن کریم میں ہے اگر تمہیں اپنے وطن، مال، عزیز و اقارب خدا سے زیادہ پیارے ہیں تو سمجھ لو تم میں ایمان نہیں۔ تو جہاں محبت

ہو وہاں ناراضگی یا قربانی سے روک دینا ہی بڑی سزا ہوتی ہے۔ یہ کہہ دینا کہ جو سلسلہ سے نکل جاتے ہیں یا مخالف ہو جاتے ہیں ان کا کیا بگاڑ لیا جاتا ہے جہالت کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ کی سزائیں ظاہری نہیں ہوتیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول کو کیا سزا دی گئی حالانکہ اُس وقت حکومت تھی، سلطنت تھی، دبدبہ تھا مگر خدا کی مصلحت یہی تھی کہ اسے ظاہری سزا سے بچایا جائے اگر آج بھی کسی کو وہ روحانی کان حاصل ہوں جو خدا تعالیٰ کے مقرب لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں تو وہ آج بھی عبداللہ بن ابی کی یہ آواز سن سکتا ہے کہ کاش رسول کریم ﷺ مجھے سزا دے لیتے تا میں دوسری زندگی کی سزا سے بچ سکتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے وہ دنیا میں سزا سے بچ گیا تھا۔ مگر نہیں۔ حقیقی انعام اور سزا تو اگلے جہان میں ہوتی ہے یہاں کا کیا ہے۔ دنیاوی انعاموں کا اگر سوال ہو تو رسول کریم ﷺ کو کیا مل گیا۔ آخری عمر میں آپ عرب کے بادشاہ ہو گئے تھے لیکن یہ کونسا بڑا انعام تھا۔ آج دنیا میں خدا کے منکر اس سے بہت بڑی حکومتوں کے مالک ہیں۔ اصل انعام خدا کے قُرب اور اُس کی نصرت کا نام ہے اور وہی متمثل ہو کر اگلے جہاں میں ملتا ہے اگر اسے مدنظر نہ رکھا جائے تو کچھ بھی نہیں۔ رسول کریم ﷺ کو جو خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوا اس کے مقابلہ میں دنیا کی تمام بادشاہتیں ہیچ ہیں۔ اگر اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی عارف کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ساری دنیا کی بادشاہت کو اس کے لئے لات مار دینے پر تیار ہو جائے گا اور اسے جوتی کی نوک سے ٹھکرا دے گا۔ مگر یہ امر بینائی سے تعلق رکھتا ہے جسے بصیرت ہی حاصل نہیں وہ اسے کیا سمجھ سکتا ہے۔ یہ مستری جو میری مخالفت کرتے ہیں انہیں بھی سزا مل رہی ہے اور وہ جھوٹ کی سزا ہے۔ ان کے اخبار کا کوئی پرچہ اُٹھا کر دیکھو۔ جھوٹ اور افتراء سے بھرا ہوا ہوگا ظاہر میں تو بیشک انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا بلکہ ان کی انجمنیں بن گئیں انہوں نے اخبار بھی نکال لیا ان کی مشینیں بھی زیادہ بکنے لگ گئیں جو شخص جھوٹ کو بُرا نہیں سمجھتا وہ بیشک ان باتوں کو انعام سمجھے گا۔ لیکن جس کے نزدیک سچائی کوئی چیز ہے وہ جانتا ہے یہ ایک نہایت ہی سنگین سزا ہے جو اُن کے حصہ میں آئی ہے۔ حق کی مخالفت سے انسان کے اندر سے صداقت مٹ جاتی ہے، سچائی جاتی رہتی ہے، تقویٰ برباد ہو جاتا ہے ایسا انسان خدا تعالیٰ کے قُرب سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے عزت کو ہمارے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ یعنی یا تو ہماری

جماعت کے لوگ عزت پاتے ہیں اور یا پھر ہماری مخالفت کرنے والے۔ آج دیکھ لو بعض وہ مولوی جنہیں کوئی جانتا تک نہ تھا آج بڑے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں محض اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت جی بھر کر کی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اگر آپ کی مخالفت نہ کرتے تو اتنی شہرت نہ حاصل کر سکتے۔ اب اگر کوئی کہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کر کے انہیں حقیقی عزت ملی تو وہ نادان ہے۔ انہیں جو عزت ملی ہے اسے وہ خود بھی اچھی طرح محسوس کرتے ہیں۔ چاہے وہ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں۔ جب وہ اس انسان کی دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں جس کے متعلق وہ کہتے تھے کہ ہم اسے مٹا ڈالیں گے اور برباد کر دیں گے تو کس قدر سوزش ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہوگی۔ پھر میرے مخالفوں کو ہی دیکھ لو خواہ لاہور والے ہوں یا قادیان والے۔ مجھ پر انہوں نے خطرناک سے خطرناک افترا کئے' بے حد جھوٹ باندھے مگر کیا میرے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کی تعداد کم ہوگئی یا زیادہ؟ اس مخالفت کے باوجود میری ترقی کیا ان کے لئے سزا نہیں؟ خصوصاً پچھلے سال سے جب کہ مخالفت پورے زور کے ساتھ شروع کی گئی۔ اِس سال میں اِس قدر تعلیم یافتہ اور معززین نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ ان کی تعداد پچھلے چار سال کی تعداد سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ تعداد تو شائد اتنی ہی ہو جتنی گذشتہ سالوں میں رہی لیکن قابلیت اور رُتبہ کے لحاظ سے اِس سال کی تعداد زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ میں کوئی عیب مطلقاً ہے نہیں لیکن یہ لوگ جتنا میرے خلاف زور لگاتے ہیں خدا تعالیٰ مجھے اتنی ہی زیادہ ترقی دیتا ہے۔ ان کی غرض تو اس تمام فتنہ خیزی سے یہ ہے کہ لوگ مجھے چھوڑ دیں لیکن کیا یہ تعجب نہیں کہ اگر ان کی کوشش سے کوئی ایک نکلا ہے تو اس سے بہت زیادہ بہتر' سَو (۱۰۰) کو خدا تعالیٰ نے جماعت میں داخل کر دیا ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ترقی کے ذرائع ہی اصل عزت کی چیز ہیں۔ ایک دفعہ ایک فتنہ پیدا کرنے والی بات کے متعلق مجھے بہت افسوس ہوا۔ اس پر میں نے کہا کہ آج میں چارپائی پر نہیں سوؤں گا بلکہ زمین پر ہی رات گذاروں گا۔ رات کو خواب میں مَیں نے رحمتِ الٰہی کو عورت کی صورت میں متمثّل شُدہ دیکھا جو ماں کی سی محبت کے ساتھ پتلی سی چھڑی سے مجھے مار کر کہہ رہی تھی اُٹھ چارپائی پر سو۔ مجھے اس قدر سرور ہوا کہ میں لیٹے لیٹے ہی کُود کر چارپائی پر چلا گیا اور میں نے محسوس کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ ہے

کہ ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ دنیا کی سزائیں تو بسا اوقات لذت و سرور پیدا کرتی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں اگر خدا تعالیٰ نے بُری دعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو مومن دعائیں مانگتے کہ خدایا! ہمارے مخالف اور زیادہ کر کہ تیرے رستہ میں ہم اور بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں۔ دنیا کی مخالفت کیا ہے؟ اصل چیز تو خدا تعالیٰ کی رضا ہے غرض جسے یہ حاصل ہو جائے سمجھو کہ کامیاب ہو گیا اور جس سے خدا ناراض ہو جائے اس سے بڑھ کر نا کام کوئی نہیں۔

پس یہ خیال غلط ہے کہ ہمارا کوئی کیا بگاڑ لے گا۔ روحانی سلسلوں میں تلوار نہیں ہوتی، جبر نہیں ہوتا، مگر سزا ضرور ملتی ہے۔ وہ جو میری مخالفت پر کھڑے ہوئے ہیں اگر آج نہیں تو کل دنیا ان کا انجام دیکھ لے گی۔

میں نے بہت دفعہ بیان کیا ہے کہ قادیان میں بھی سست لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ میرے پچھلے خطبات نکال کر دیکھ لو میں نے صاف طور پر ان کا ذکر کیا ہے اور اب بھی میں کہتا ہوں کہ ایسے لوگ یا تو بالکل علیحدہ ہو جائیں گے یا ان کے ایمان درست ہو جائیں گے تب خدا تعالیٰ کی قدرت خاص طور پر ظاہر ہوگی۔ یہ عارضی باتیں ہیں جو جلد مٹ جائیں گی اور گالیاں دینے والوں کو کوئی یاد بھی نہیں کرے گا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ہوں اور مجھ سے خدا تعالیٰ نے اسلام کی خدمت لی ہے میرا نام اُس وقت بھی دنیا میں روشن ہوگا جب یہ لوگ مٹ چکے ہوں گے۔ جس طرح آج بعض لوگ حیران ہیں کہ انہیں سزا کیوں نہیں ملتی؟ اگلے لوگ اس بات پر حیران ہوں گے کہ یہ بھی کوئی وجود رکھتے تھے اور ان کی بھی کوئی ہستی تھی کہ ایسے ذلیل لوگوں کی طرف توجہ کی جاتی تھی کیونکہ خدا تعالیٰ انہیں ایسا ذلیل کرے گا اور ان کی ذلّت کو ایسی بھیانک بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرے گا کہ لوگ حیران رہ جائیں گے۔ کیا عبداللہ بن ابی بن سلول کا کوئی وجود ہے؟ صرف قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کوئی ہستی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی صداقت کا نشان ظاہر کرنے کیلئے اس کے نام کو قائم رکھا ہے ورنہ اس کی اپنی ہستی کوئی نہیں۔ اسی طرح یہ ہیں انہیں بھی خدا تعالیٰ ایسا ذلیل و رسوا کریگا کہ ان کی اولادیں ان کی طرف منسوب ہونا بھی پسند نہیں کریں گی۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ میں خود کہتا ہوں مگر تعلّی سے نہیں کہ محض خدا کے فضل نے مجھے اس درجہ پر قائم کیا ہے۔ مجھے اِس کی کبھی خواہش نہیں ہوئی اور اب بھی میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا لیکن خدا تعالیٰ کے کاموں

میں کسی کو دخل نہیں۔

(الفضل ۷۔ جون ۱۹۲۹ء)

---

۱؎ بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب المصلی یناجی ربه

۲؎ ثعلب بن حاطب (مرتب)

۳؎ بخاری کتاب الانبیاء حدیث البرص واعمٰی واقرع

۴؎ التوبة: ۸۳

۵؎ بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک

۶؎ التوبة: ۱۱۸